۱۹۸واں باب

مشرکین کا استیصال

اور اہلِ کتاب سے تعرض

ذوالقعدہ سنہ ۹ ہجری

۱۱۳: سُوۡرَةُ التَّوۡبَة [۹- ۱۰: وَ اعۡلَمُوۡۤا] آیات ۱ - ۳۷

نزولی ترتیب پر ۱۱۳ویں، ۱۰ویں پارے وَ اعۡلَمُوۡۤا میں سورۃ نمبر ۹

لَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىۡ مَوَاطِنَ كَثِيۡرَةٍ‌ ۙ وَّيَوۡمَ حُنَيۡنٍ‌ ۙ اِذۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ عَنۡكُمۡ شَيۡـًٔا وَّضَاقَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّيۡتُمۡ مُّدۡبِرِيۡنَ‌ۚ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَـتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَعَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا‌ ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا‌ ؕ وَذٰ لِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۲۶﴾

بے شک اللہ بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی حنین کی لڑائی والے دن جب تمہیں اپنی کثرتِ تعداد پر بڑا اعتماد و غرور تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر اللہ نے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور وہ لشکر اُتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کفّار کو سزا دی کہ یہی کافروں کا بدلہ ہے۔ سُوۡرَةُ التَّوۡبَة

باب ۱۹۸

مشرکین کا استیصال

۱۱۳: سُوۡرَۃُ التوبہ [۹- ۱۰: وَاعۡلَمُوۡٓا] آیات ۱-۳۷

قوموں کی زندگی میں ٹھہراؤ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی وہ یا تو ترقی کرتی ہیں تو پیہم ترقی ہی کرتی چلی جاتی ہیں اور جب گرنا اور رسوا ہونا شروع ہوتی ہیں تو پیہم گرتی اور رسوا ہی ہوتی چلی جاتی ہیں۔ جنگ خندق میں سارے عرب سے چڑھ آنے والے مشرکوں کی جو ہوا اُکھڑی تھی وہ دوبارہ بندھ ہی نہ سکی اور اُکھڑتی ہی چلی گئی۔ خندق سے فارغ ہو کر اگلے برس رسول اللہ ﷺ مشرکین کے عین قلب میں مکہ کے دروازے پر پہنچ گئے اور صلح حدیبیہ ہوئی جو بظاہر مشرکین کے حق میں ہونے کے، اُن کے خالد بن ولید، صفوان بن امیہ، عمرو بن العاص اور عکرمہ بن ابو جہل جیسے دانشوروں (Think tanks) کے خیال میں مشرکین قریش کی شکستِ فاش تھی۔ اور یہی بات اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ فتح میں بیان فرمائی کہ وہ مسلمانوں کی فتح مبین تھی۔ قریش اب صلح حدیبیہ کی عائد کردہ سیز فائر سے آزاد ہو کر اسلام سے ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ چاہتے تھے۔ اس صلح کے فوراً بعد اوّلاً رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت چہار دانگ عالم میں پھیلانے کے لیے قرب و جوار کی تمام طاقتوں اور ممالک سے رابطہ کیا اور اُن کو اپنے سفراء کی وساطت سے دعوتی خطوط بھیجے، ثانیاً اُن تمام مخالفین اور دشمنوں کا پیچھا کیا جو پچھلے برسوں میں مشرکین قریش سے نبٹنے کے دوران پیٹھ میں چھرے گھونپتے رہے تھے اور مسلمان، قریش کے ساتھ الجھے ہوئے ہونے کے باعث خاموش رہے تھے۔ خیبر، فدک تیما کیا فتح ہوا پورے حجاز میں یہود کا زور ٹوٹ گیا، بئر معونہ اور رجیع کے حساب چکائے گئے، ڈاکہ زن قبائل کو سیدھا کیا گیا۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے اسلام حجاز کی ایک عظیم طاقت کی شکل میں نمودار ہونے لگا۔ قریش کے دانش وروں نے صلح حدیبیہ کی خفت مٹانے اور اس معاہدے کو کم زور کرنے کے لیے مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ کو مارنے میں بنو بکر کے ایک ذیلی قبیلے کی مدد کی تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کی گردن کو اس عہد شکنی کے بعد سیدھا ہونے سے قبل ہی جا دبوچا اور رمضان سنہ ۸ ھجری میں مکہ فتح کر لیا، پھر حنین و ہوازن کی شکست اور پھر تبوک میں قیصر روم کے مسلمانوں کی فوج کا مقابلہ کرنے کے بجائے دم دبا کر میدان سے بھاگ جانے نے اسلام کو مستقبل کے فاتحِ عالم کے طور پر پیش کر دیا اور نبی ﷺ نے جان لیا کہ جس مقصد کے لیے آپؐ کو نبی بنا کر اس دنیا میں مبعوث کیا گیا تھا وہ ہدف

اور وہ منزل قریب آ رہی ہے، جسے آپؐ اپنی جان و دل کی پوری قوت سے آگے بڑھا رہے تھے، اُس کی رفتار میں آپؐ نے اب طوفانوں کی سی تیزی کر دی، اب ایکسی لیٹر پر پاؤں پوری قوت سے رکھ دیا گیا تھا۔ یہود کا کامل استیصال اللہ کی مدد سے ہو چکا تھا، اب مشرکین قریش کا نمبر تھا تاکہ اُن کے بعد آستین کے سانپ، مدینے کے منافقین سے دو، دو ہاتھ کیے جا سکیں پھر روم کے نصاریٰ، اور پھر ایران کے آتش پرستوں سے نبٹا جا سکے۔ دشمن نشان زد کیے جا چکے تھے!

جیسا کہ آپ پچھلے ابواب میں مطالعہ کر چکے ہیں کہ حنین کے بعد رسول اللہ ﷺ کے کچھ ایّام طائف کے محاصرے میں لگ گئے پھر وہاں سے واپسی پر آپؐ جِعرّانہ تشریف لائے، یہاں تقسیم کے انتظار میں حنین کے معرکے سے حاصل مالِ غنیمت جمع کیا ہوا تھا، جس کی مولفۃالقلوب کے درمیان تقسیم سے فارغ ہو کر آپؐ نے عمرہ کا احرام باندھا اور حرمِ کعبہ پہنچ کر عمرہ ادا کیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ سارے عرب کے دور و نزدیک کے مقامات سے لوگ حج کے لیے مکہ پہنچنا شروع ہو رہے تھے لیکن آپؐ نے مشرکین کے دوش بدوش حج کرنا پسند نہیں کیا اور حرم کو اپنے گورنر مکہ عتّاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے مہاجرین و انصار کے ہمراہ مدینہ روانہ ہو گئے۔ آپؐ ۲۴ ذیقعدہ ۸ ہجری کو مدینے واپس اپنے انصار کے شہر پہنچے۔ اِس برس مکہ کے رہائشی مسلمانوں نے اور مکہ کے قرب و جوار میں آباد مسلمانوں نے، عتّاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں معلوم اسلامی طریقے کے مطابق حج ادا کیا، مسلمانوں کو ابھی حج کی پوری تفصیلات کی تعلیم نہیں ملی تھی، حج کرنے والے مسلمانوں میں بیشتر نو مسلم تھے، بہر طور سُوْرَةُ الْحَجّ اور سُوْرَةُ الْمَآىِٕدَة میں جو تعلیمات دی گئی تھی وہ اُن کے سامنے تھیں اور وہ کچھ ہدایات جو رسول اللہ ﷺ کو عمرہ ادا کرتے ہوئے اُنھوں نے طواف و حرم کعبہ کے حوالے سے اخذ کی تھیں وہ اُن کی رہ نما تھیں۔ مشرکین نے اپنے طریقے پر نئے کپڑوں یا حسب روایت کپڑوں سے بے نیاز ہو کر حج ادا کیا۔ یہاں مناسب ہے کہ وضاحت کر دی جائے کہ مشرکین کا برہنہ حج کرنے کا کیا فلسفہ تھا۔

موجودہ دور کے مسلمانوں کی مانند بنو اسماعیل نے جہاں شرک سے اپنے عقائد، اعمال اور دین کو آلودہ کیا تھا اسی طرح نوع بہ نوع بدعات کو بھی دینِ ابراہیمی میں داخل کر دیا تھا۔ اِن بدعات میں سے ایک یہ تھی کہ وہ کپڑے جو حرام کمائی سے بنے ہوں، اور خیال یہی تھا کہ کمائی تو حرام کی ہی ہوتی ہے کیوں کہ کاروبار میں جھوٹ سچ تو چلتا ہی ہے اور پھر اگر کپڑے حرام کے نہ ہوں مگر حلال کے کپڑے پہن کر کوئی بھی گناہ کیا، بدنگاہی کی یا جھوٹ بولا تو وہ پہنے ہوئے کپڑے بھی حرام ہو گئے، پس حج کے لیے تو یقینی طور پر حلال کمائی سے خریدے

ہوئے نئے کپڑے ہونے چاہیے ہیں۔ یہ پابندی قریش کے لیے نہیں تھی، وہ مرکزِ شرک کے بڑے مجاور تھے۔ اُنھیں خود ساختہ تمام خداؤں کی دنیا میں پشت پناہی حاصل تھی اور آخرت اُن کے گمان میں اگر کوئی ہونی ہے تو اُس میں اُن کی شفاعت بھی! پس، جس کے پاس نئے کپڑے نہ ہوں تو وہ قریش سے کپڑے مانگ لے، اُن کے کپڑے سارے گناہوں کے باوجود پاک رہتے تھے۔ اگر قریش کے کپڑے نہ ملیں اور کیوں کر ملیں؟ ہزاروں ہزار کو پانی پلانا تو خیر سے ہو ہی جاتا تھا اِن سب کو کپڑے مہیا کرنا قریش کے لیے ممکن نہیں تھا، پس جن مرد حضرات کو قریش کے کپڑے بھی نہ میسر آسکیں تو وہ ننگے ہی طواف کر لیتے اور رہی عورتیں تو وہ چھوٹا سا ایک کپڑا ہی آگے یہ کہتے ہوئے لٹکا لیتیں "گو آج جسم برہنہ ہو گیا ہے مگر اسے دیکھنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے!"

وقت پر لگا کر اُڑ گیا (تیزی سے گزر گیا) اور شب و روز کے اُلٹ پھیر میں پورا ایک برس گزر گیا۔ ذوالقعدہ ۸ ہجری میں جب آپؐ مکہ کو اپنے گورنر عتابؓ کے حوالے کر کے مدینے واپس آئے تھے اور اب جو ۹ ہجری میں پلٹ کر وہی ذوالقعدہ کا مہینہ دوبارہ آیا تو حجاز کی کایا پلٹ چکی تھی۔ مشرکین اپنے دین کے باقی رہنے سے مایوس ہو چکے تھے، ایک کے بعد ایک کر کے عرب کے بیشتر قبائل اور علاقوں نے سلطنتِ مدینہ کے سامنے سپر ڈال دی تھی اور اِن میں سے بیشتر نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اب مکہ حریف نہیں بلکہ آپ ﷺ کی قلمرو کا ایک شہر تھا۔ اِس کے اور اِس میں ہونے والے حج سمیت تمام پروگراموں کا اسلامی تمدن اور تعلیمات کے مطابق ہونا، حاجیوں کی ضروریات کا خیال اور اُن کی دیکھ بھال اور امنِ عامہ کا قیام اسلامی حکومت کی ذمہ داری تھی۔ عربوں کی اکثریت جو اِس برس مسلمان ہوئی تھی اسلامی مزاج اور تعلیمات سے آگاہ نہیں تھی اور نہ ہی حج کے طور طریقوں سے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ مناسب جانا کہ اسلامی مزاج اور تعلیمات سے آگاہ ایک بڑی جماعت مکہ جا کر حج ادا کرے۔ تاکہ سارے عرب سے آنے والے جان لیں کہ اسلامی حج کیوں کر ہوتا ہے۔ چناں چہ مناسکِ حج قائم کرنے کی غرض سے تین سو (۳۰۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل حاجیوں کا ایک قافلہ تشکیل دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ راست سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی قیادت سونپ کر روانہ کیا۔

اوپر کی سطور سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں مسلمانوں نے تین مرتبہ حج کیے پہلا حج عتاب بن اسیدؓ کی قیادت میں ہوا دوسرا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں، قریش بزعم خود اپنے آپ کو عرفات کی حاضری سے مستثنیٰ سمجھتے تھے، سیّدنا ابو بکر صدیق نے اپنے عمل سے اس بدعت کا خاتمہ کر دیا، لیکن اس سے بھی اہم بات اس حج میں یہ ہوئی کہ مشرکین کے ساتھ کسی نوع کے معاہدے منسوخ کرنے کے اعلان کے ساتھ عرب

میں شرک اور مشرکین کا وجود خلافِ قانون قرار دے دیا گیا اور اُن کے لیے اب سارے ملک میں کوئی جائے پناہ نہ رہی۔ اِس اقدام کے بعد ایک شرک سے پاک ماحول میں حج کا انعقاد ممکن ہو سکا جس میں رسول اللہ ﷺ کی شرکت اُن کے شایانِ شان ہو، چناں چہ تیسرا حج، رسول اللہ کی قیادت میں ہوا، جو حجۃ الوداع تھا۔

غزوہ بدر کے بعد نازل ہونے والی سورۂ انفال میں یہ ہدایت اہلِ ایمان کو مل چکی تھی کہ جب تمھیں کسی قوم سے خیانت (نقضِ عہد اور غدّاری) کا اندیشہ ہو تو علی الاعلان اُنھیں اطلاع دے کر معاہدے کو منسوخ کر دو۔ اس اعلان کے بغیر کسی معاہد قوم کے خلاف جنگی کارروائی شروع کر دینا خیانت کا موجب ہوتا ہے۔ چناں چہ اب ضروری تھا کہ قرآن مجید کے عطا کردہ اِس اصول کے مطابق، مشرکین کے ساتھ معاہدات کی منسوخی کا اعلانِ عام اُن تمام قبائل کے خلاف کیا جائے جو معاہدوں کے باوجود موقع پاتے ہی عہد شکنی پر اتر آتے تھے۔ یہ کیفیت بنی کنانہ اور بنی ضَمرہ اور شاید ایک آدھ اور قبیلہ کے سوا باقی تمام اُن قبائل کی تھی جو اُس وقت تک شرک پر قائم تھے۔

قافلہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ذوالقعدہ کے آخری عشرے میں رسول اللہ ﷺ پر روح الامین، جبرئیل علیہ السّلام قرآن مجید کی آیات لے کر آئے، یہ انتہائی اہم آیات تھیں جن میں مشرکین سے کیے گئے تمام عہد و پیمان کو برابری کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ضروری تھا کہ اِن آیات مبارکہ پر مشتمل خطبے کو حج اکبر [دس ذوالحجہ] کے موقع پر موجود تمام افراد کو سنا دیا جائے تاکہ مشرکین اپنا بندوبست کر لیں اور مسلمان اِن آیات میں دیے گئے حکم نامے کو نافذ کرنے کے لیے تیّار ہو جائیں۔

اِن تازہ نازل ہونے والی ۳۷ آیات کو رسول اللہ ﷺ نے سورۂ انفال کے بعد، تبوک سے قبل اور تبوک کے بعد نازل شدہ آیات کے مجموعے سے قبل تحریر کروایا، یوں یہ اِس سورۂ توبہ کے ابتدائی پانچ رکوعات (آیات ۱تا۳۷) کو تشکیل دیتی ہیں اگرچہ نزولی ترتیب میں یہ مقدم نہیں بلکہ موخر ہیں، ایک اور خاص بات یہ رہی کہ یہ اجزائے قرآنی گرچہ ایک علیحدہ سورہ مبارکہ، سورۂ توبہ کے طور پر تحریر کرائے گئے مگر اِن سے قبل رسول اللہ ﷺ نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہیں لکھوائی، بس اسی لیے آج تک اس کے آغاز میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہیں پڑھی جاتی۔ البتہ باقی قرآن مجید کی مانند اگر اس سورہ کی بیچ کی آیات کہیں سے تلاوت کی جائیں گی تو جس طرح تمام قرآنی قرأت کے آغاز میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنا ضروری ہے، اس سورہ کی پہلی آیت کے علاوہ تمام آیات کی تلاوت کے آغاز میں بھی پڑھنی ہو گی۔

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے حج پر نہیں جاسکے تھے، اِس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ تھی، اِن احکامی آیات کے آجانے کے بعد اِن پر عملدرآمد کرانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کو روانہ فرمانا تھا، قبل از اسلام قبائلی زندگی کے رواج کے مطابق خون اور مالی مطالبات کے طے شدہ معاہدوں کو توڑنے کا اعلان سردار خود کرے یا اُس کا کوئی قریبی رشتہ دار کرے تو بہتر و گرنہ وہ توڑنے کا اعلان لوگوں کے درمیان معتبر نہیں ہوتا تھا، معاہد طرفین کی نمائندگی اُن کے خونی قرابت دار ہی کی جانب سے معتبر ہوتی تھی اور علی رضی اللہ عنہ اس کام کے لیے موجود تھے اور موزوں بھی، چناں چہ اُن کو یہ آیات دے کر خصوصی ایلچی کے طور پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جانب روانہ کیا گیا تاکہ وہ مسلمانوں کے قافلے میں شامل ہو جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حج الاکبر [دس ذوالحجہ] کے موقع پر اس کا اعلان کردیں۔ علی رضی اللہ عنہ سرعت کے ساتھ مسلمانوں کے قافلے سے جاملنے کے لیے روانہ ہوئے تاکہ اُنھیں وہاں پکڑ سکے، جب سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ میدانِ عرفات کی طرف جارہے تھے[1]۔ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ امیر کی حیثیت سے بھیجے گئے ہو یا ماتحت کی حیثیت سے؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر نہیں بلکہ ماتحت کی حیثیت سے۔ پھر وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قافلے میں شامل ہوگئے۔

سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ جب **یوم النحر** (یعنی دسویں تاریخ، قربانی کا دن) آیا تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمرہ کے پاس کھڑے ہوکر لوگوں کے سامنے واضح طور پر پانچ باتیں اُن کے گوش گزار کردیں اور اعلانِ برأت کی آیات تلاوت فرمائیں، وہ پانچ باتیں حسبِ ذیل ہیں۔

لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ	اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے۔ [بعض روایات میں کافر یعنی غیر مسلم کا لفظ ہے]
وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ	بیت اللہ کے گرد برہنہ طواف کرنا ممنوع ہے۔
وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ	جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہوگا جو دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کردے۔

[1] بعض سیرت نگار لکھتے ہیں کہ عرج یا وادیٔ ضجنان میں جالیا تھا۔ عرج مدینہ اور مکہ کے درمیانی راستے کی ایک گھاٹی ہے جو طائف کے نواح میں واقع ہے اور ضجنان، مکے کے نواح میں قدید سے ایک دن کی مسافت پر ایک مقام ہے۔ بہر طور علی رضی اللہ عنہ وقوف عرفات سے قبل امیر الحاج تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔

مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مُدَّةٌ فَاَجَلُهُ اِلٰى مُدَّتِهِ	جن لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا معاہدہ باقی ہے، یعنی جو نقضِ عہد کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں، ان کے ساتھ مدتِ معاہدہ تک وفا کی جائے گی۔
وَاللهُ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ	تمام (غیر معاہد) مشرکین سے اللہ اور اُس کا رسول (چار ماہ گزرنے کے بعد کسی بھی نوع کی امان) سے بری الذمہ ہیں۔

اب مشرکین کے تمام گروہوں کے ساتھ جن کے مسلمانوں کے ہمراہ کوئی بھی معاہدہ یا معاہدے تھے، انھیں ختم کیے جانے کا اعلان کر دیا گیا اور ہدایت کر دی گئی کہ چار ماہ (۱۰ ذوالحجہ تا ۹ ربیع الثانی ۹ ہجری) یا مدتِ معاہدہ (اگر کوئی ہے تو) ختم ہونے سے قبل مشرکین کوئی جائے پناہ تلاش کر سکتے ہوں تو کر لیں، اور انہیں مذکورہ چار مہینے کی مہلت حاصل ہے، اس دوران یہ لوگ اپنی پوزیشن پر اچھی طرح غور کر لیں، لڑنا ہو تو لڑ لیں اور ملک چھوڑنا ہو تو نکل بھاگیں، اسلام قبول کرنا ہو تو سوچ سمجھ کر قبول کر لیں۔ اسلام قبول کرنے کا مطلب کفر و شرک سے محض توبہ کر لینے کا اعلان، محض زبان سے کچھ پھاگ اُڑا دینا نہیں ہو گا بلکہ انہیں عملاً نماز قائم کرنی اور زکوٰۃ دینی ہو گی اور اِس معاملے میں اسلامی حکومت اُن کے اخلاص اور طرزِ عمل کو مانیٹر کرے گی، اِن دونوں معاملات میں ڈنڈی مارنے کی سرے سے کوئی گنجائش ہی نہیں ہو گی۔ مشرکین نے دیکھ لیا تھا گزشتہ ایک برس میں (فتح مکہ سے حج باقیادت ابوبکرؓ تک) گورنر مکہ عتابؓ بن اسید نے مسلمانوں کو نماز باجماعت کا بڑی سختی سے پابند کرایا تھا۔ وہ اس معاملے میں اتنے متشدد تھے کہ امارتِ مکہ کے زمانہ میں قسم کھا کر کہتے تھے، کہ ' جو شخص جماعت کے ساتھ نماز نہ ادا کرے گا، اسے سخت سزا دوں گا، باجماعت نماز سے غفلت منافقوں کا کام ہے'۔ اس چار ماہ کی مہلت کے گزر جانے پر، نازل ہونے والی تازہ آیات میں مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ اِن مشرکین کو جہاں پائیں موت کے گھاٹ اُتار دیں۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵﴾ (سُوْرَۃُ التَّوْبَة)	پس جب یہ حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں بھی پاؤ قتل کر ڈالو اور اس مقصد کے لیے انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر کونے کھدرے میں اُن کی تلاش میں بیٹھو۔ پھر اگر وہ پلٹ آئیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان سے باز رہو۔ اللہ در گزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

آج مسلمانوں کو، جب ۹۰ فی صد آبادی پنج وقتہ نماز کی پابند نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ ایمان کے ساتھ نماز

کی اس پابندی کا تذکرہ گراں گزرے لیکن حقیقت یہی ہے۔ بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں اپنے مجموعہ احادیث میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بسند صحیح روایت کرتے ہیں کہ

"وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَتُقَامَ ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ثُمَّ أَنْطَلِقَ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِنْ حَطَبٍ اِلٰى قَوْمٍ لَّا يَشْهَدُونَ الصَّلٰوةَ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِالنَّارِ [بخاری، الاذان، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، ح: ۶۴۴ مسلم، المساجد، باب فضل صلاۃ الجماعۃ ح: ۶۵۱ (۲۵۲)]	میرا ارادہ ہے کہ میں نماز کا حکم دوں اور اقامت کہہ دی جائے، پھر میں کسی شخص کو حکم دے دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر میں کچھ چند آدمیوں کو لے کر جن کے پاس ایندھن کا گٹھا ہو، ایسے لوگوں کے پاس جاؤں، جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا کر جلا ڈالوں۔

قارئین یہ گمان نہ کریں، جیسا کہ مستشرقین گمان کرتے ہیں کہ فتح کی ترنگ میں مشرکین کے قتال کا یہ حکم سامنے آیا، نہیں، ہرگز نہیں یہ تو اُس وقت سے ایک پالیسی تھی جب دورِ نبوت کے تیرھویں برس قریش نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قتل کر دیا جائے اور آپؐ کو دین کو بچانے اور پھیلانے کے لیے یثرب آنا پڑا تو پہلے ہی برس کسی بھی جنگ سے قبل، بدر سے بھی پہلے سورہ بقرہ میں فرما دیا گیا تھا:

وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَ	تم اللہ کے لیے اُن لوگوں سے جنگ کرو، جو تم سے آمادۂ جنگ ہیں، زیادتی نہ کرنا کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان کو جہاں بھی پاؤ قتل کرو اور انھیں نکالو جہاں سے انھوں نے تم کو نکالا ہے، یہ اس لیے کہ فتنہ قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ اور مسجد حرام کے قریب اِن کے ساتھ اُس وقت تک قتال نہ کرنا جب تک وہ تمھارے ساتھ وہاں قتال نہ کریں، اور اگر وہ جنگ کریں، تو تم بھی انھیں موت کے گھاٹ اُتارنا، کافروں کی یہی جزا ہے۔ پھر رک جائیں، تو اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ تم اِن کے ساتھ

قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾	جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے احکامات کے تابع ہو جائے۔ پھر اگر باز آجائیں، تو سمجھ لو کہ اب کاروائی جائز نہیں سوائے ظالموں کے خلاف۔

پس یہ جان لیا جائے کہ سورۂ توبہ میں وارد قتال مشرکین کے احکام کچھ نئے نہیں تھے یہ اُن ہی احکامات کی یاد دہانی تھے جو ہجرت کے پہلے برس سورۂ بقرہ اور سورۂ حج میں دیے گئے تھے۔

اِس ضمنی گفتگو کے بعد ہم کو دوبارہ حرم مکہ میں آجانا چاہیے جہاں سیّدنا ابو بکرؓ حج کی قیادت فرمارہے ہیں۔ جن مشرکین کے ساتھ کوئی عہد وپیمان نہ تھا اُنہیں بھی چار مہینے کی مہلت دی گئی۔ البتہ جن مشرکین نے مسلمانوں سے عہد کو نبھانے میں کوئی کوتاہی نہ کی تھی اور نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد کی تھی [بدر، احد اور خندق میں شریک نہیں تھے]، ان کا عہد ان کی طے کردہ مدت تک برقرار رکھا۔ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروپ کو حرم کے ایک ایک گوشے اور کونے میں بھیج کر یہ اعلانِ عام کرایا کہ آئندہ سے کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور نہ کوئی برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کر سکتا ہے۔ یہ اعلان در حقیقت پورے حجاز سے بُت پرستی اور مشرکانہ جاہلیت کے خاتمے کا اعلان تھا، افسوس کہ صیہونی اور امریکی جبر کے زیرِ سایہ حجاز میں آج (۱۴۴۳ ہجری، ۲۰۲۱ء) پھر جاہلیت نے سر اُٹھالیا ہے!

اس اعلانِ برأت سے قبل مشرکین کی پالیسی اور سوچ یہ تھی روم اور ایران (فارس) کی طرف سے اسلامی سلطنت کو جوں ہی کوئی زک پہنچے [، اور اُن کے خیال میں جلد یا بدیر یہ ایک ہونی سوہونی بات تھی] یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی سے وفات پا جائیں تو یکایک علمِ بغاوت بلند کر کے مسلمانوں کو مارنا شروع کر دیں اور ملک کو خانہ جنگی کا شکار کر کے اقتدار واپس چھین لیں۔ لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ نے سرزمین حجاز پر سے مشرکین کے وجود ہی کو خلافِ قانون قرار دے کر معاملہ صاف کر دیا۔ اگر یہ کام نہ کیا جاتا تو وہ فتنۂ ارتداد اور بغاوت کا طوفان، جو اس واقعہ کے ڈیڑھ سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ملک میں اُٹھا تھا، مملکتِ اسلامیہ کو بہالے جاتا اور کعبہ پھر ۳۶۰ خداؤں کا مسکن نہ بنتا تو ایرانی آتش پرستوں کا مسکن یا رومیوں کے بڑے کلیسا میں ضرور تبدیل ہو جاتا اور شاید دنیا کی تاریخ کی کتابوں میں تاریخ اسلام ڈیڑھ ہزار برس تو کجا نا قابل بیان ۲۵ تیس برس کی رہ جاتی۔ انسانیت کی نشاطِ ثانیہ کے اسلامی دور میں جو سائنسی بنیادی انقلابی ایجادات ہوئیں جن کی بنیاد پر طبّی دنیا میں اور میڈیا اور خلائی میدانوں میں جو کچھ آج انسانیت کے پاس ہے کچھ نہ ہوتا۔ آیئے اب ہم تازہ نازل ہونے والی آیات کا مطالعہ شروع کرتے ہیں:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ
عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١﴾ فَسِيْحُوْا فِي
الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ
مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي
الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢﴾ وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى
النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ
مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ
غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَمْ
يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ
عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَّقِيْنَ ﴿٤﴾ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ
فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ
خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ
مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا
الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿٥﴾ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ
اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا
يَعْلَمُوْنَ ﴿٦﴾ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ ١٦
عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ
عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ

اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب سے اُن مشرکوں سے اِعلان برائت ہے، جن سے تم نے کبھی کوئی عہد پیمان کیا ہو۔ تمھیں حدودِ مملکت میں آیندہ چار مہینے تک تو چلنے پھرنے کی مہلت ہے، معلوم ہونا چاہیے کہ تم اللہ کے قابو سے باہر نہیں جا سکتے اور اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی جانب سے حجِ اکبر کے دن منادی کردی جائے کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اُس کا رسولؐ بھی۔ اب اگر تم پلٹ آؤ تو تمہارے ہی لیے بہتر ہے اور اگر روگردانی کرو گے تو جان رکھو کہ تم اللہ سے بھاگ نہیں سکتے اور انکار کرنے والوں کو دردناک عذاب کی خوش خبری سُنادو۔ وہ مشرکین اس سے مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے معاہدے کیے پھر اُنھوں نے اپنے عہد کو پورا کرنے میں تمہارے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی، تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی معاہدہ کی مدت تک وفا کرو کیونکہ اللہ متقیوں ہی کو پسند کرتا ہے۔ پس جب یہ حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں بھی پاؤ قتل کرڈالو اور اس مقصد کے لیے انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر کونے کھدرے میں اُن کی تلاش میں بیٹھو۔ پھر اگر وہ پلٹ آئیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان سے باز رہو۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اور مشرکین میں سے کوئی پناہ چاہے تو اُسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سُنے۔ پھر اُسے اس کے مامن تک پہنچادو، یہ اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جنھیں کوئی علم نہیں ١٦ مشرکین کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک کسی عہد کی پابندی آخر کیسے ہے! ہاں، جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا ہے۔

اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب سے سلطنتِ حجاز میں اُن مشرکوں سے اِعلان برأت ہے، جن سے تم نے کبھی کوئی عہد پیمان کیا ہو۔ تمھیں حدودِ مملکت میں آیندہ چار مہینے [محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الثانی] تک تو چلنے پھرنے [رہ سکنے] کی مہلت ہے، تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم اللہ کے قابو سے باہر نہیں جا سکتے کہ تم بھاگو اور وہ تمھیں پکڑنے سے عاجز رہے یا یہ کہ تم مسلمانوں کو زیر کر لو۔ اور یہ بھی فیصلہ مقدّر ہے کہ اللہ کافروں [منکرینِ رسالت محمدی] کو رسوا کرنے والا ہے۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی جانب سے حجِ اکبر کے دن تمام لوگوں کے سامنے منادی کر دی جائے کہ مسلمانوں کی حکومت میں اللہ مشرکین کی زندگی کی ضمانت سے بری الذمہ ہے اور اُس کا رسولؐ بھی۔ اب اگر تم لوگ دینِ حق کی طرف پلٹ آؤ تو تمہارے ہی لیے بہتر ہے اور اگر روگردانی کرو گے تو جان رکھو کہ تم اللہ سے بھاگ نہیں سکتے اور اے نبیؐ، انکار کرنے والوں کو دردناک عذاب کی خوش خبری سُنادو، وہ مشرکین اس سے مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے معاہدے کیے پھر اُنھوں نے اپنے عہد کو پورا کرنے میں تمھارے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کی مدد کی، تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی معاہدہ کی مدت تک وفا کرو کیونکہ اللہ متقیوں ہی کو پسند کرتا ہے۔ پس اِس اعلان عام کے بعد جب یہ [مشرکین کے قتلِ عام سے] مہلت والے چار حرام مہینے [محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الثانی] گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں بھی پاؤ قتل کر ڈالو اور اس مقصد کے لیے انھیں پکڑو اور گھیرو اور ہر کونے کھدرے میں اُن کی تلاش میں بیٹھو۔ پھر اگر وہ اسلام کی طرف پلٹ آئیں اور محض زبانی کلامی نہیں بلکہ حدودِ مملکت میں قایم نماز کے نظام کا حصہ بنتے ہوئے نماز قائم کریں اور مملکتِ اسلامیہ کو زکوٰۃ دیں تو انھیں قتل کرنے سے باز رہو۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اور اگر مہلت کی اِس مدت گزرنے پر مشرکین میں سے کوئی پناہ مانگ کر تمھارے پاس دین اسلام کو سمجھنے کے لیے آنا چاہے تو اُسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سُنے، پھر اُسے اس کے مامن تک پہنچادو، یہ اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جنھیں اللہ کی باتوں کا اور دینِ اسلام کی حقیقت اور برکتوں کا کوئی علم نہیں ؀۶ بدعہد مشرکین کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک کسی عہد کو آخر تک نبھانے کی پابندی آخر کیسے باقی رہ سکتی ہے، جو ہر آن موقع پا کر بغیر کسی وارننگ کے عہد کو پامال کر دینے کی تاک میں رہتے ہیں! ہاں، جن [یعنی بنی کنانہ، بنی خُزاعہ اور بنی ضَمرہ] سے تم نے مسجد حرام کے پاس صلح حدیبیہ کے موقع پر عہد کیا ہے۔

فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧ كَيْفَ وَ اِنْ
يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ
لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى
قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٨ۚ
اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا
عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝٩ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ
لَا ذِمَّةً ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝١٠
فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا
الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ
نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝١١ وَ اِنْ
نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ
طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ
اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝١٢
اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ وَ
هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ
اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ
تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٣
قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ
يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ
صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٤ۙ وَ يُذْهِبْ غَيْظَ
قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ
اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝١٥

توجب تک وہ قائم رہیں تم بھی ان کے لیے قائم رہو، اللہ بچنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (بد عہد مشرکوں سے) کیسے باقی رکھے جا سکتے ہیں جب کہ تم پر قابو پا جائیں تو وہ نہ کسی رشتہ داری کا خیال کریں گے نہ کسی معاہدے کی پرواہ۔ وہ تمہیں باتوں سے مطمئن کرنا چاہتے ہیں، اور ان کے دل انکاری ہیں اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت قبول کر لی، بلکہ اللہ کے راستے میں رکاوٹ بن گئے، یقیناً بہت ہی بُرا ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ کسی صاحب ایمان کے معاملہ میں یہ نہ کسی رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی معاہدے کی پاسداری! یہ ہیں ہی حد سے گزرنے والے۔ پس اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور جاننے والوں کے لیے ہم اپنے احکام مفصلاً بیان کر رہے ہیں۔ اور اگر عہد کرنے کے بعد یہ پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں عیب نکالنے لگیں تو ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں کفر کے ان سرخیلوں سے جنگ کرو شاید یہ باز آئیں۔ کیا تم اُن لوگوں سے جنگ نہ کرو گے جو اپنے معاہدے توڑتے رہے ہیں اور جنہوں نے رسولؐ کو ملک سے نکالنے کی جسارت کی تھی اور زیادتی کی ابتدا کرنے والے وہی تھے؟ کیا تم ان سے ڈرو گے؟ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اُس سے ڈرا جائے، اگر تم واقعی مومن ہو۔ ان سے قتال کرو، اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو عذاب دے گا اور انہیں ذلیل و خوار کر دے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور اہل ایمان کے ایک گروہ کے کلیجے ٹھنڈے کرے گا۔ اور ان کے دلوں کا غم و غصہ دور فرمائے گا اور جن کو چاہے گا اللہ توبہ کی توفیق دے گا۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا ہے۔

توجب تک وہ قائم رہیں تم بھی ان کے لیے معاہدے پر قائم رہو، اللہ عہد کو توڑنے سے بچنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ مگر اِن مذکورہ قبائل کے سوا دوسرے مشرکین کے ساتھ معاہدے کیسے باقی رکھے جاسکتے ہیں جب کہ اُن کی روش یہ ہے کہ تم پر قابو پاجائیں تو وہ تمہارے معاملے میں کسی رشتہ داری کا خیال کریں گے نہ کسی معاہدے کی پرواہ۔ وہ تمہیں باتوں سے مطمئن کرنا چاہتے ہیں، اور ان کے دل انکاری ہیں اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔ جب اُن کے سامنے دینِ اسلام پیش کیا گیا تو انہوں نے اللہ کی آیات کو جو اُن کی دنیاوی کام یابی کے ساتھ اُخروی فلاح کی ضامن تھیں، پس پشت ڈال کر اُن کے بدلے خواہشاتِ نفس کی تھوڑی سی قیمت قبول کرلی، اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اللہ کے راستے میں رکاوٹ بن گئے، یقیناً بہت ہی بُرا ہے جو یہ لوگ کررہے ہیں۔ کسی صاحبِ ایمان کے معاملہ میں یہ نہ کسی رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی معاہدے کی پاسداری! معاہدوں کی خلاف ورزیاں ہمیشہ انہی کی طرف سے ہوئی ہیں، یہ ہیں ہی حد سے گزرنے والے۔ پس اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو زندگی کے تمام معاملات میں برابری کے حقوق کے ساتھ تمہارے دینی بھائی ہیں اور پالیسیز کی تشریح کرنے اور اُن پر عمل درآمد کرنے کی خاطر جاننے والوں کے لیے ہم اپنے احکام مفصّلاً بیان کررہے ہیں۔ اور اگر اسلام کا عہد کرنے کے بعد یہ پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور مرتد ہو جائیں اور تمہارے دین میں عیب نکالنے لگیں تو ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں کفر کے ان سرخیلوں سے جنگ کرو شاید یہ تلوار ہی کی زبان سے باز آئیں۔ اے مکے کے مسلمانو، کیا تم مکے کے اُن اپنے قرابت دار لوگوں سے جو شرک سے توبہ نہ کریں جنگ نہ کروگے، یہ تو ایسے لوگ ہیں جو اپنے معاہدے توڑتے رہے ہیں اور جنھوں نے رسولؐ کو ملک سے نکالنے کی جسارت کی تھی اور زیادتی کی ابتدا کرنے والے وہی تھے؟ کیا تم اِن سے ڈروگے؟ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اُس سے ڈرا جائے، اگر تم واقعی مومن ہو۔ ان سے جم کر قتال کرو، جیسا کہ حق ہے قتال کرنے کا، رسولؐ کی تکذیب کرنے اور اُس کو اور مومنوں کو ایذا پہنچانے کے بدلے اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو عذاب دے گا اور انہیں ذلیل وخوار کردے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور اہل ایمان کے ایک گروہ کے، جنھوں نے ناحق اِن کے ہاتھوں تکلیفیں اُٹھائی تھیں، کلیجے ٹھنڈے کرے گا۔ اور ان کے دلوں کا غم وغصہ دور فرمائے گا اور یہ بھی کہ اِن مشرکین میں سے جن کو چاہے گا اللہ توبہ کی توفیق دے گا۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ
يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ
لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ
٢٧ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ ۔ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ
اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ
عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَ فِى النَّارِ هُمْ
خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ
يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ
يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ
سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا
يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا
يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ
دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾

کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالاں کہ ابھی تو اللہ نے جانا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنہوں نے محنت و جاں فشانی کی اور اللہ اور اُس کے رسولؐ اور مومنین کے سوا کسی کو حقیقی دوست نہیں بنایا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔۲۷ مشرکین کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کے منتظم و خادم بنیں جب کہ حال یہ ہو کہ وہ خود اپنی زندگیوں کے کفر پر ہونے کی شہادت دے رہے ہوں۔ ان کے تو سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ اور اب تو انہیں جہنّم میں ہمیشہ رہنا ہے۔ اللہ کی مساجد کے آباد کار، منتظم و خادم تو وہی لوگ بننے کے لائق ہیں جو اللہ اور روز آخرت کو تسلیم کریں، اور نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کریں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ سو توقع ہے کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ بنیں گے۔ کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام میں انتظامات کرنے کو ان لوگوں کے عمل کے ہم رتبہ کر دیا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان لائے اور جنھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں کام برابر کے نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اللہ کے ہاں تو انہی لوگوں کا بڑا درجہ ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا......اور یہی کامیاب ہیں۔

بظاہر مسلمانوں سے ایک عام خطاب ہے تاہم فتح مکہ کے کم و بیش پندرہ ماہ بعد جب حدودِ حرم کو مشرکین سے پاک کرنے اور کعبے کی تولیت کو کاملاً مسلمانوں کے حوالے کرنے کا اعلان ہو رہا ہے اور اس میں مضمر خطرات کا مسلمانوں اور خصوصاً نئے ایمان لانے والوں کو سامنا ہے تو وہی نو مسلم نزول کے وقت اس کے اصل اوّلین مخاطب تھے۔ اسلام چونکہ سابقینِ اوّلین کی کم و بیش بیس برس کی جانفشانیوں سے غالب آگیا اور ملک پر چھا گیا ہے اور تم بغیراِس کے غلبے کے لیے ہونے والی جدوجہد میں شریک ہوئے مسلمان ہوگئے، تمھیں اپنے اخلاص کو ثابت کرنا باقی ہے۔ کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالاں کہ ابھی تو اللہ نے آزمائش میں مبتلا کر کے، کامیاب ہونے والوں کو جانا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنھوں نے اُس کے کلمے کی سربلندی کے لیے محنت و جاں فشانی کی اور اللہ اور اُس کے رسولؐ اور مومنین کے سوا کسی کو حقیقی دوست نہیں بنایا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔ ۱۷ مشرکین کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کے منتظم و خادم بنیں جب کہ حال یہ ہو کہ وہ اپنی غیر اللہ سے دعاؤں، نذر و نیاز اور رکوع و سجود اور طاغوت کی اطاعت و بندگی سے خود اپنی زندگیوں کے کفر پر بسر ہونے کی شہادت دے رہے ہوں۔ ان کے تو سارے اعمال جو بظاہر نیکی ہی کے کیوں نہ نظر آتے ہوں ضائع ہوگئے، کیوں کہ وہ ایک اللہ کے لیے نہیں بلکہ اُن کے گھڑے ہوئے زندہ، مردہ اور تصوّراتی خداؤں کے لیے تھے۔ اور اب تو انہیں جہنّم میں ہمیشہ رہنا ہے۔ اللہ کی مساجد کے آباد کار، منتظم و خادم تو وہی لوگ بننے کے لائق ہیں جو اللہ اور روز آخرت کو تسلیم کریں، اس طرح کہ اُس تسلیم کے کم سے کم مظاہر اُن کی زندگیوں میں نظر آئیں، اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ سو توقع ہے کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ بنیں گے۔ کیا تم لوگوں نے خاندانی طور پر ورثے میں ملے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام میں عمرے اور حج کے انتظامات کرنے اور اس کے عوض سرداری اور بزرگی کے حق دار بننے کو ان لوگوں کے عمل کے ہم رتبہ کر دیا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان لائے اور جنھوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور قتال کیا۔ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں کام برابر کے نہیں ہیں، ظالم تو پہلے بیان کیے کاموں کو زیادہ افضل سمجھتے ہیں اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اللہ کے ہاں تو انہی لوگوں کا بڑا درجہ ہے جو ایمان لائے اور جنھوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا...... اور یہی کامیاب ہیں، پس اب مشرک قریشیوں کے بے حقیقت موروثی حقوق کو تسلیم کر کے حرم کعبہ اور مذہبی ادارے ان مشرکین کے ہاتھوں میں نہیں رہنے دیے جائیں گے۔

اِس سورہ مبارکہ کی پانچویں آیت [فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵] اس لحاظ سے ایک تاریخی اہمیت بھی رکھتی ہے اور مسلم حکومت کے لیے رہنما اصول بھی کہ خلیفہ اوّل ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف تلوار اُٹھانے کے لیے اسی آیت سے یوں استدلال کیا تھا کہ "ہمیں تو اِن لوگوں کو چھوڑ دینے کا حکم صرف اُس صورت میں دیا گیا تھا جبکہ یہ شرک سے توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔"

مشرکین کو کعبے کے انتظامی امور پر برسہا برس سے قابض و فائز افراد و قبائل کو فارغ و سبک دوش کرنے کے لیے قرآن مجید نے یہ استدلال کیا کہ: مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ یعنی جو مساجد الٰہ واحد کی عبادت کے لیے بنی ہوں ان کے متولی، مجاور، خادم اور آبادکار بننے کے لیے وہ لوگ کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتے جو شرک کرتے ہوں۔ اسلام کے دورِ انحطاط میں جیسا کہ آج ہے، یہ تو ممکن نہیں ہے کہ لوگ مشرکینِ عرب کی مانند بتوں کو پوجنا شروع کردیں، لیکن باطل تاویلوں کے ذریعے ایسے لوگ مسلمانوں کے سروں پر مسلط ہو گئے ہیں جو اللہ کے مقابلے میں غیر اللہ کو داتا، دست گیر اور مشکل کشا جانتے ہیں اور کھڑے بتوں کے بجائے پڑی قبریں پوجتے ہیں۔ اعلانیہ نظامِ کفر کی چاکری کرتے ہیں اور اسلامی قوانین اور اسلامی تمدن کے مقابلے میں سیکولر اور کافرانہ قوانین اور نظام تمدن کی حمایت میں مسلم ممالک کی پارلیمنٹس، عدالتوں، سیاسی جماعتوں اور میڈیا میں پیش پیش رہتے ہیں۔ آخر اِن لوگوں کو کس طرح مساجد کا سرپرست بنایا جاسکتا ہے؟ اور اِن کو مساجد کی تعمیر و آبادکاری کا کام سونپا جانا تو کجا کس طرح اِن کے فنڈز اور چندوں کو استعمال کیا جاسکتا ہے اور کسی مسلم حکومت کی عدلیہ، بیوروکریسی اور دفاعی تنظیم میں یا نئی مسلمان نسل کی تعمیر و تربیت کے لیے میڈیا اور نظامِ تعلیم میں اِن کو کوئی ذمہ داری دی جاسکتی ہے؟؟

قرآنی تعلیمات سے آشنا اور عقل کے مقابلے میں وحی الٰہی کو معتبر جاننے والا ایک صحیح الفکر و عقیدہ مسلمان، مسلم معاشروں میں اسلام کے طاغی اور باغی لوگوں کو مساجد سے لے کر سارے نظامِ زندگی پر قابض پاکر اور ریاض سے لے کر قاہرہ و ڈھاکہ اور اسلام آباد تک طاری اس تکلیف دہ صورت حال کو دیکھ کر کیا کرسکتا ہے؟ کچھ نہیں تو دل ہی دل میں کُڑھ تو سکتا ہے اور اللہ سے حالات کے بدل جانے کی دعا تو کرسکتا ہے اور جہاں کہیں کوئی خیر کا علم بلند ہو اُس کا استطاعت کی حد تک ساتھ تو دے سکتا ہے، شاید کہ اللہ کے یہاں معذرت کی کوئی سبیل پیدا ہو!

اعلان برأت سے جو بعض کمزور ایمان مسلمانوں کو مشرکین کی جانب سے ردِّ عمل کا خوف تھا اُس کو دور کرنے کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حنین کے موقع پر اپنی مدد کو یاد دلایا اور کہا کہ اس سے قبل بھی متعدد مواقع پر اللہ ہی کی مدد شاملِ حال رہی تب ہی تم کو کامیابی حاصل ہوئی، کوئی ایک موقع بھی ایسا نہ تھا کہ کامیابی تمھاری قوتِ بازو سے ہوتی، ہر مرتبہ اللہ ہی تھا جو اہلِ ایمان کی مدد کو آیا۔ سنہ ۲ ہجری میں میدانِ بدر میں، سنہ ۳ ہجری میں وادی اُحد میں اور سنہ ۵ ہجری میں جب سارے عرب کی فوجیں مدینے پر چڑھ آئیں تھیں [غزوہ خندق] اور پھر سنہ ۸ ہجری میں وادی حنین میں؛ کبھی بھی کہیں بھی اور کسی مقام پر ایسا نہ تھا کہ جہاں تمھاری تعداد یا ساز و سامان کم ہو یا زیادہ، تمھارے کام آسکا ہو۔ اگلے صفحے پر مختلف اوقات میں ان چاروں جنگوں پر نازل ہونے والے تبصروں سے وہ آیات نقل کی جا رہی ہیں جو دورانِ جنگ اللہ کی مدد کی نتیجہ خیزی کو یاد دلاتی ہیں۔

اللہ اور اُس کے رسولؐ کی جانب سے اس اعلان برأت نے کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور اہلِ ایمان کو اعتماد و یقین کی قوت بہم پہنچائی۔ بات وہاں ختم نہیں ہوگئی بلکہ قرآن مجید میں اس کے تذکرے نے اور اس سے قبل تمام معرکوں پر مختلف سورتوں میں اس کے تذکرے نے نسل در نسل اسلام کے احیا کے لیے کام کرنے والوں کو ان آیات کی پیہم تلاوت سے یہ سمجھا دیا کہ مدد اور کامیابی کے لیے اُس کے بندے دعا کریں اور مالک کی جانب سے اچھی امیدیں رکھیں، اور نتائج سے بے پرواہ ہو کر استطاعت بھر اُس کے دین کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیں۔ لیکن یہ جان لیں کہ ووٹوں [افراد کی تعداد] اور نوٹوں [ساز و سامان اور وسائل] سے کچھ نہیں ہوتا۔ سارا اعتبار ایمان و یقین کی قوت پر ہے۔

ایمان اس پر کہ ہمارا خالق و مالک ایک اللہ ہے جو اس سارے کائنات کے نظام کو اپنی مرضی سے چلا رہا ہے اور یقین اس کا کہ شہادت سب سے بڑی سعادت اور جنت کا مل جانا سب سے بڑی اور اصلی کامیابی ہے اور اللہ کی رضا اور خوشنودی ہی اصل منزل ہے۔ بدر میں مسلمانوں کی تعداد و وسائل کفار کے مقابلے میں دس فی صد بھی نہ تھے مگر اللہ نے اِن نہتے ہاتھوں سے لوہے میں غرق فوج کو رسوا کر دیا اور جب حنین میں مسلمانوں کو اپنی تعداد پر ناز ہوا تو اللہ نے ہوازن کے قلیل تعداد تیر اندازوں کے سامنے اِن کو تتر بتر کر دیا۔ پہلے بھی کامیابی اللہ کی جانب سے تھی اور بعد میں بھی تتر بتر فوج کو جمع ہو کر آگے بڑھنے کا حوصلہ اور نبی ﷺ کی نصرت کرنے کی توفیق اللہ ہی کے اذن اور حکم سے ملی۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۱۲ سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْم

غزوہ بدر

فَلَمۡ تَقۡتُلُوۡهُمۡ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمۡ ۪ وَ مَا رَمَيۡتَ
اِذۡ رَمَيۡتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَ لِيُبۡلِىَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ
مِنۡهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۷﴾
ذٰلِكُمۡ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوۡهِنُ كَيۡدِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۸﴾
سُوۡرَةُ الۡاَنۡفَال ❄❄❄

پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور وہ خاک جو تُم نے اُن کی طرف پھینکی تھی تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی ایسا اس لیے کہ اللہ اہلِ ایمان کو اس میں آزمائے، بہترین کامیابی کے انداز سے۔ یقیناً اللہ سُننے اور جاننے والا ہے یہ ہے معاملہ ! اور اللہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ کافروں کی تدابیر الٹ کر رہے گا

غزوہ اُحد

اِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَ لَا تَلۡوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوۡلُ
يَدۡعُوۡكُمۡ فِىۡۤ اُخۡرٰٮكُمۡ فَاَثَابَكُمۡ غَمًّاۢ بِغَمٍّ
لِّكَيۡلَا تَحۡزَنُوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَ لَا مَاۤ
اَصَابَكُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ
اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا
يَّغۡشٰى طَآئِفَةً مِّنۡكُمۡ ﴿۱۵۴﴾ سُوۡرَةُ اٰلِ عِمۡرٰن
❄❄❄

یاد کرو، جب کہ تم بھاگے جا رہے تھے اور کسی کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ اور اللہ کا رسولؐ تمھارے پیچھے سے تم کو پکار رہا تھا۔ پس تم کو پیہم غموں کی مار سے ہلا دیا تاکہ تم فوت شدہ چیز پر اور جو مصیبت پہنچے، اُس پر غمگین نہ ہوا کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے باخبر ہے ○ اس غم کے بعد پھر اللہ نے تمھارے ایک گروہ پر امن و سکون کی ایسی کیفیت نازل کی جو اُن کو نیند کے غوطے دے رہی تھی۔

غزوہ خندق/احزاب

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ
اِذۡ جَآءَتۡكُمۡ جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا وَّ
جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ
بَصِيۡرًا ۚ﴿۹﴾ سُوۡرَةُ الۡاَحۡزَاب
❄❄❄

اے ایمان والو، اللہ کے اُس فضل و احسان کو یاد کرو جو تم پر کیا گیا، جب فوجیں تم پر چڑھ آئیں، تو ہم نے اُن پر ایک طوفانی ہوا اور تم کو نظر نہ آنے والا لشکر بھیج دیا اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم کر رہے تھے ﴿۹﴾

غزوہ حنین

لَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىۡ مَوَاطِنَ كَثِيۡرَةٍ ۙ وَّ يَوۡمَ
حُنَيۡنٍ ۙ اِذۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ
عَنۡكُمۡ شَيۡـًٔا وَّ ضَاقَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا
رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّيۡتُمۡ مُّدۡبِرِيۡنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنۡزَلَ
اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ
اَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ
وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۲۶﴾ سُوۡرَةُ التَّوۡبَة

بے شک اللہ بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی حنین کی لڑائی والے دن جب تمہیں اپنی کثرتِ تعداد پر بڑا اعتماد و غرور تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر اللہ نے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور وہ لشکر اُتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کفّار کو سزا دی کہ یہی کافروں کا بدلہ ہے۔

زیرِ مطالعہ سورہ توبہ کی آیہ مبارکہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ نے آئندہ کے لیے مشرکین کے نہ صرف حج پر پابندی لگائی بلکہ مسجد حرام کے حدود میں ان کا داخلہ بھی بند کر دیا تاکہ مشرکانہ جاہلیت کی دوبارہ زندگی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ امام مالک یہ رائے رکھتے ہیں کہ صرف مسجد حرام ہی نہیں بلکہ کسی مسجد میں بھی ان کا داخل ہونا درست نہیں۔

مزید اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے جنگ کا حکم دیا گیا کہ اِن کو حق حاصل نہیں کہ زمین پر اقتدار میں رہیں، ہاں اگر محکوم بن کر اور جزیہ دے کر زندگی چاہتے ہیں تو اِن کی خلاصی ممکن ہے، فرمایا گیا کہ:

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ ترجمہ: "تلوار کے ساتھ اُن اہلِ کتاب سے جنگ کرو جو اللہ اور یومِ آخرت پر (کماحقّہ) ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔ ان سے لڑو یہاں تک کہ جزیہ ادا کریں اور ماتحت بن کر زندگی بسر کرنے پر راضی ہوں "

اگرچہ اہلِ کتاب، اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کا زبان سے اعلان کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ یومِ آخرت پر۔ اللہ پر ایمان رکھنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدمی بس زبان سے اعلان کر دے کہ اللہ ایک ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان پورے شعور کے ساتھ اللہ کو الٰہِ واحد اور ربِّ واحد تسلیم کرے اور اُس کی ذات، اُس کی صفات، اُس کے حقوق اور اُس کے اختیارات میں نہ خود شریک بنے نہ کسی کو شریک ٹھہرائے۔ لیکن نصاریٰ اور یہود دونوں اس جرم کا ارتکاب کرتے ہیں، جیسا کہ اگلی آیت میں کہا گیا کہ:

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ ترجمہ: "یہودی کہتے ہیں کہ عُزیر اللہ کا بیٹا ہے، اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بس باتیں ہیں کہ جو دل میں آیا انھوں نے اپنے مونہوں سے کہہ دیا یہ ان لوگوں کی باتیں دہرا رہے ہیں جو ان سے پہلے کُفر میں مبتلا ہوئے تھے۔ اللہ ان کو غارت کرے یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں"۔

اس شرک کے بعد اُن کا اللہ کو ماننا بے معنی ہے اور اسے ہرگز ایمان باللہ نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح آخرت کو ماننے کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ ہم یہ بات کہہ دیں کہ ہم مرنے کے بعد پھر زندہ کیے جائیں گے، بلکہ اس کے ساتھ یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ وہاں کسی بڑے سے بڑے ولی اور نبی کی سفارش، کوئی جرمانہ، اور کسی پیر یا بزرگ

کے حلقے میں شمولیت کام نہ آئے گی۔ اور نہ کسی کی قربانی، جاں فشانی اور عبادتیں اُس کے حلقہ ارادت میں شامل کسی مرید یا اُس کی جماعت و تنظیم کے کسی رکن کے کام آسکے گی۔ اللہ کی عدالت میں کھرا اور ٹکسالی انصاف ہو گا اور ایمان و عمل کے سوا کسی واسطے وسیلے کا کوئی لحاظ نہیں ہو گا۔ اس یقین اور عقیدے اور اس کے نتیجے میں زندگی کے اسٹائل کے بغیر آخرت کو ماننا لا حاصل ہے۔ لیکن یہود و نصاریٰ نے حد یہ کی کہ اپنے احبار و رہبان [علماء اور پیر وصوفی و درویش] کو بھی اپنا الٰہ بنالیا، قانون ساز اور اللہ کی کتاب کے مقابلے میں اتھارٹی مان لیا۲۔ کہا گیا:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۚ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾ ترجمہ "انہوں نے اللہ کو چھوڑ کے اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا ربّ بنالیا ہے اور اسی طرح مسیح ابنِ مریم کو بھی حالاں کہ ان کو بس ایک ہی معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے مقرر کیے ہوئے شریکوں سے۔"

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے قبل عیسائی تھے، اسلام قبول کرتے وقت جو اشکالات انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے تھے اُن میں ایک یہ سوال بھی کیا تھا کہ قرآن مجید میں ہم پر اپنے علماء اور درویشوں کو اِلٰہ بنالینے کا جو الزام عائد کیا گیا ہے [اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۚ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴿۳۱﴾] اس کی اصلیت کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جو کچھ یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں اسے تم حرام مان لیتے ہو اور جو کچھ یہ حلال قرار دیتے ہیں اسے حلال مان لیتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور ہم کرتے رہے ہیں۔ فرمایا بس یہی ان کو اِلٰہ بنالینا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کی سند کے بغیر جو لوگ انسانی زندگی کے لیے جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرتے ہیں وہ دراصل خدائی کے مقام پر بزعمِ خود متمکن ہوتے ہیں اور جو ان کے اس حقِ شریعت سازی کو تسلیم کرتے ہیں وہ انہیں اپنا اِلٰہ بناتے ہیں اور شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے عیسائیوں پر یہ دونوں الزام، یعنی کسی نبی یا دوسری شخصیت کے مرتبے میں اتنا غلو کرنا کہ اُسے خدا کا بیٹا [یا اُس کے جسم کا ٹکڑا (نور من نور اللہ)] قرار دینا، اور کسی کو شریعت سازی کا حق دے دینا، اس بات کے ثبوت میں پیش کیے گئے ہیں کہ یہ لوگ ایمان باللہ کے دعوے میں سچے نہیں ہیں۔ اللہ کو

۲ بعینہٖ یہ کام مسلمانوں نے کیا مگر اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ، یہ کیا کہ اپنے بڑے بزرگوں کو داتا، دستگیر، حاجت روا، مشکل کشا، غوث الاعظم بنالیا حالاں کہ یہ سارے نام اللہ کے ہیں، بس یوں ہی اللہ کے بندوں کے لیے گڑھ لیے۔

ماننے ضرور ہیں مگر اللہ کا تصور اس قدر غلط ہے کہ ان کا اللہ کو ماننا نہ ماننا برابر ہو گیا ہے۔

اللہ کی جانب سے اہلِ کتاب سے جنگ کا حکم اور اُنھیں محکوم بنا کر اور جزیہ کا پابند بنا کر رکھنے کا مطالبہ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ .... حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ کوئی اتنا معمولی نہیں کہ ہم اس پر سے آسانی سے اور سرسری انداز سے گزر جائیں [یہ کام قرآن خوانیوں اور محافل قرآت میں ہوتا آیا ہے]، پہلی بات تو یہ کہ یہ کوئی عارضی حکم نہیں تھا، یہ قرآن میں آج بھی موجود ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ خود اُن تمام معاشروں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں بھی اسلام نافذ نہیں ہے بلکہ کچھ رسومات، نماز اور خیر خیرات کی حد تک محدود ہے اور اللہ پر ایمان اور یومِ آخرت پر ایمان میں جن خامیوں کی بنا پر اہلِ کتاب کے ایمان کو معتبر نہیں مانا گیا وہ خامیاں کلمہ گو لوگوں میں بعینہ موجود ہیں۔ دوسری بات جو اہلِ کتاب سے جنگ کے بارے میں ہمیں دیے گئے حکم کے بارے میں سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ جنگ اس لیے فرض نہیں کی گئی ہے کہ یہود و نصاریٰ اسلام قبول کرلیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کی خود مختاری و بالادستی ختم ہو جائے۔ وہ زمین میں حاکم اور سپر پاور یا کسی بھی درجے کی پاور بن کر نہ رہیں بلکہ زمین کے نظام زندگی کی ڈرائیونگ سیٹ یعنی اقتدار دینِ حق کے ماننے والوں کے ہاتھوں میں ہو اور اہلِ کتاب ان کے ماتحت تابع و مطیع بن کر رہیں۔ یہ اتنی بڑی بات ہے کہ مغرب سے مرعوب، دنیا پرست دانش وروں اور مسلمانوں [کو جو اپنے مطالبے کے بغیر کلمہ گو گھرانوں میں پیدا ہو گئے] کے لیے کہنا اور سمجھنا مشکل ہے اور قرآن مجید سے اِن آیات کو نکالنا بھی اُن کے بس کی بات نہیں [اسکولوں کے سلیبس سے نکالنا آسان ہے سو یہ کام کر چکے ہیں] پس وہ دور کی ایک کوڑی یہ لاتے ہیں کہ یہ آیات صرف دورِ نبوت تک کے لیے تھیں اور آج یہ سرزمینِ حجاز تک کے لیے محدود ہیں۔ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۧ

غیر مسلموں کو زمین میں مغلوب کر کے اور اُن سے جزیہ وصول کرنے کے لیے صاحبِ تفہیم القرآن استدلال فرماتے ہیں:

"جزیہ بدل ہے اُس امان اور اس حفاظت کا جو ذمیوں کو اسلامی حکومت میں عطا کی جائے گی۔ نیز وہ علامت ہے اس امر کی کہ یہ لوگ تابع امر بننے پر راضی ہیں۔ "ہاتھ سے جزیہ دینے" کا مفہوم سیدھی طرح مطیعانہ شان کے ساتھ جزیہ ادا کرنا ہے۔ اور چھوٹے بن کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ زمین میں بڑے وہ نہ ہوں بلکہ وہ اہلِ ایمان بڑے ہوں جو خلافتِ الٰہی کا فرض انجام دے رہے ہیں۔ ابتداءً یہ حکم یہود و نصاریٰ کے متعلق دیا گیا تھا، لیکن آگے چل کر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس سے جزیہ لے کر انہیں ذمّی بنایا اور اس کے بعد صحابہ کرامؓ نے بالاتفاق بیرونِ عرب کی تمام قوموں پر اس حکم کو عام کر دیا۔" [حاشیہ ۲۸، سورہ توبہ]

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ
وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۲۱
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ
عَظِيْمٌ ۲۲ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا
اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ
اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ
يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۲۳
قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ
اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ
اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ
اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ
سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ
اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۲۴ لَقَدْ ۳۶
نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ
حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ
تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ
الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ
مُّدْبِرِيْنَ ۲۵ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا
لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ
جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۲۶ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ
بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ۲۷

ان کا ربّ انہیں اپنی رحمت اور رضا مندی اور ایسی جنتوں میں ابدالآباد رہائش کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لیے دائمی نعمتوں کے سامان ہیں۔ یقیناً اللہ کے ہاں بے حد بڑا اجر ہے۔اے ایمان والو، اپنے باپوں اور بھائیوں تک کو بھی اپنا دوست نہ بناؤ اگر کُفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھتے ہوں۔ تم میں سے جو کوئی ان سے محبت رکھے گا وہی لوگ ظلم کرنے والے ہوں گے۔ اِن سے کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور وہ جو کچھ تم نے کمایا، اور تمہارے وہ کاروبار جن کی کساد بازاری کا خوف تم کو ہوتا ہے اور تمہارے وہ مکانات و محلات جو تم کو پسند ہیں، اگر تم کو اللہ، اُس کے رسولؐ اور اس کی راہِ جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تم پر اپنا فیصلہ کر دے اور اللہ بد عہدوں کو ہدایت نہیں دیتا۔۳۶ بے شک اللہ بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی حنین کی لڑائی والے دن جب تمہیں اپنی کثرتِ تعداد پر بڑا اعتماد و غرور تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر اللہ نے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور وہ لشکر اُتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کفّار کو سزا دی کہ یہی کافروں کا بدلہ ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ اُن میں سے (کفارِ حنین میں سے) جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بھی بخش دیتا ہے اور اللہ بخشش اور مہربانی کرنے والا ہے۔

ان مخلص مومنین کا ربّ انہیں اپنی رحمت اور رضا مندی اور ایسی جنتوں میں ابدالآباد رہائش کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لیے دائمی نعمتوں کے سامان ہیں۔ یقیناً اللہ کے ہاں بے حد و حساب بڑا اجر ہے۔ اے ایمان والو، اپنے باپوں اور بھائیوں تک کو بھی اپنا دوست نہ جانو اور نہ بناؤ اگر کُفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھتے ہوں۔ تم میں سے جو کوئی ان سے دلی محبت رکھے گا وہی لوگ اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوں گے۔ اے نبیؐ، اِن ایمان کا اقرار کر کے مسلمانوں میں شامل ہو جانے والوں سے کہہ دو کہ مسلمان ہونا کوئی کھیل نہیں، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور وہ جو کچھ تم نے کمایا، اور تمہارے وہ کاروبار جن کی کساد بازاری کا خوف تم کو ہوتا ہے اور تمہارے وہ مکانات و محلات جو تم کو پسند ہیں، اگر تم کو اللہ، اُس کے رسولؐ اور اس کے کلمے کی سربلندی کی راہِ جہاد و قتال سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تم پر اپنے عذاب کا فیصلہ کر دے اور اللہ ایمان لا کر اُس کے تقاضوں کو فراموش کر جانے والے بد عہدوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ۳۶ تم اس اعلان برأت میں مضمر اندیشوں سے کیوں خوف زدہ ہوتے ہو، بے شک اللہ بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی پچھلے سال حنین کی لڑائی والے دن اُس کی شانِ دست گیری تم دیکھ چکے ہو جب اس روز تمہیں اپنی کثرتِ تعداد پر بڑا اعتماد و غرور تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر اللہ نے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور فرشتوں کے وہ لشکر اُتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور اسلام کو مٹانے کے ارادے سے آنے والے کفّار کو رسوا کن شکست کی صورت میں سزا دی کہ یہی کافروں کا بدلہ ہے۔ اگر اللہ حنین میں مدد نہ کرتا تو ہجرت سے فتح مکہ تک کی ساری جدوجہد اور کامیابیوں پر پانی پھر جاتا! پھر تم حنین میں اِس شکست خوردہ افواج کے معاملے میں یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ اپنے دشمنوں کو رسوا کن عذاب دینے کے بعد اللہ اُن میں سے جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بھی بخش دیتا ہے اور اللہ بخشش اور مہربانی کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡمُشۡرِكُوۡنَ
نَجَسٌ فَلَا يَقۡرَبُوا الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ
بَعۡدَ عَامِهِمۡ هٰذَا ۚ وَاِنۡ خِفۡتُمۡ عَيۡلَةً
فَسَوۡفَ يُغۡنِيۡكُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖۤ اِنۡ
شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا
الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡيَوۡمِ
الۡاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوۡنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ
رَسُوۡلُهٗ وَلَا يَدِيۡنُوۡنَ دِيۡنَ الۡحَقِّ مِنَ
الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ حَتّٰى يُعۡطُوا
الۡجِزۡيَةَ عَنۡ يَّدٍ وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ ﴿۲۹﴾ وَ ۴۶
قَالَتِ الۡيَهُوۡدُ عُزَيۡرُ ۨابۡنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ
النَّصٰرَى الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ
قَوۡلُهُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ ۚ يُضَاهِـُٔوۡنَ قَوۡلَ
الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى
يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۳۰﴾ - اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَ
رُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَ
الۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا
لِيَعۡبُدُوۡۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ
سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۳۱﴾ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ
يُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَيَاۡبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ
اَنۡ يُّتِمَّ نُوۡرَهٗ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ
الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ
الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ
الۡمُشۡرِكُوۡنَ ﴿۳۳﴾

اے ایمان لانے والو، مشرکین نجس ہیں لہٰذا اس سال کے بعد یہ مسجدِ حرام کے قریب پھٹکنے بھی نہ پائیں۔ یوں اگر تمہیں تنگ دستی کا اندیشہ ہے تو کیا عجب کہ اللہ چاہے تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے، اللہ علم و حکمت والا ہے۔ تلوار کے ساتھ اُن اہلِ کتاب سے جنگ کرو جو اللہ اور یومِ آخرت پر (کما حقّہٗ) ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔ ان سے لڑو یہاں تک کہ جزیہ ادا کریں اور ماتحت بن کر زندگی بسر کرنے پر راضی ہوں
۴۶ یہودی کہتے ہیں کہ عُزیر اللہ کا بیٹا ہے، اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بس باتیں ہیں کہ جو دل میں آیا انھوں نے اپنے مونہوں سے کہہ دیا یہ ان لوگوں کی باتیں دہرا رہے ہیں جو ان سے پہلے کُفر میں مبتلا ہوئے تھے۔ اللہ ان کو غارت کرے یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں انہوں نے اللہ کو چھوڑ کے اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا ربّ بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابنِ مریم کو بھی حالاں کہ ان کو بس ایک ہی معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے مقرر کیے ہوئے شریکوں سے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے اس نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ ان لوگوں کے علی الرّغم اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا، خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو سارے ادیان پر غالب کر دے ان مشرکوں کی ساری ناگواری کے علی الرّغم۔

اے ایمان لانے والو، مشرکین سرتاپا ناپاک و نجس ہیں لہٰذا اس سال کے بعد یہ مسجدِ حرام کے قریب پھٹکنے بھی نہ پائیں۔ یوں اگر تمھیں حج سے منسلک تجارتی سرگرمیوں کے ماند پڑ جانے اور نتیجتاً تنگ دستی کا اندیشہ ہے تو کیا عجب کہ اللہ چاہے تو تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے، اللہ علم و حکمت والا ہے تلوار کے ساتھ اُن اہلِ کتاب سے جنگ کرو جو اللہ اور یومِ آخرت پر (کماحقّہ) ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔ان سے لڑو یہاں تک کہ جزیہ ادا کریں اور ماتحت بن کر زندگی بسر کرنے پر راضی ہوں۔ ۲۹ یہود اور عیسائیوں کا اللہ پر ایمان اِس لیے قابلِ تسلیم نہیں ہے کہ یہودی کہتے ہیں کہ عُزیر اللہ کا بیٹا ہے، اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بس بے اصل باتیں ہیں اِن کی حقیقت بس اتنی ہے کہ جو دل میں آیا انھوں نے اپنے مونہوں سے کہہ دیا یہ ان لوگوں کی باتیں دہرا رہے ہیں جو ان سے پہلے کُفر میں مبتلا ہوئے تھے۔ اللہ ان کو غارت کرے یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔اہلِ کتاب نے صرف یہی نہیں کہ مسیح اور عزیر علیہما السلام کو اللہ کے بیٹے جانا اور اللہ کی ذات میں شرک کیا بلکہ ربوبیت میں بھی شرک کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کے اپنے علماء اور درویشوں کو بھی اپنا ربّ بنالیا ہے اور اسی طرح مسیح اِبنِ مریم کو بھی رب کا درجہ دے دیا، حالاں کہ ان کو بس ایک ہی معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے مقرر کیے ہوئے شریکوں سے۔یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے اس نور کو، اس دین کو جسے محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اپنی پھونکوں سے بجھا دیں (جس طرح موم بتی پھونک مار کے بجھائی جاتی ہے اس طرح اپنے منہ کی فضول باتوں سے دین اسلام کی شمع کو بجھا دیں۔) مگر اللہ اِن لوگوں کے ارمانوں کے علی الرغم اپنے نور کو مکمل (یعنی محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کو غالب) کر کے رہے گا، خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق یعنی 'اللہ کے بھیجے ہوئے نظامِ زندگی یا طریقِ زندگی' کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو سارے ادیان 'دین کی نوعیت رکھنے والے وحی اور الہام سے بے نیاز ہو کر انسانوں کے بنائے ہوئے، استعمال کیے ہوئے اور سوچے ہوئے تمام جاری اور فرسودہ طریقوں اور نظاموں' پر غالب کر دے ان مشرکوں کی ساری مخالفت اور ناگواری کے علی الرّغم۔

پچھلے صفحات پر آیہ ۲۹ میں اہلِ کتاب سے قتال [جنگ] کی بابت کافی بات ہو چکی ہے پھر بھی اُس میں درج اہلِ کتاب کے ایک جرم "وَ لَا یَدِیۡنُوۡنَ دِیۡنَ الۡحَقِّ" پر گفتگو اس لیے چھوڑ دی کہ اگلی آیات میں اظہارِ دین [یعنی غلبہ دین] کے حوالے سے وہ کانٹے کی بات آ رہی ہے جو مقصدِ بعثت نبوی ﷺ کو بیان کرتی ہے:

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ۙ وَ لَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ﴿۳۳﴾ ترجمہ:۔ وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو سارے ادیان پر غالب کر دے ان مشرکوں کی ساری ناگواری کے علی الرّغم۔

دین نظامِ زندگی یا طریقِ زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے، جو انسانی زندگی کے پورے تمدن کے لیے رہنما اصول مہیا کرتا ہے جو کھانے پینے، اِزْدِواجی تعلقات سے لے کر تفریحی، معاشی، انتظامی، سیاسی، جنگی وغیرہ وغیرہ تمام امور کا احاطہ کرتا ہے اور زندگی کا کوئی شعبہ اس کی پالیسی لائن سے انحراف نہیں کرتا۔ دنیا کے اندر ہمیشہ دو ہی طرح کے دین رہے ہیں، ایک وہ جو دنیا کا پہلا انسان، پہلا نبی اپنے ساتھ زمین پر لے کر آیا تھا، یہ اللہ کا بنایا ہوا، عطا کیا ہوا دین ہے جو وحی الٰہی کی بنیاد پر استوار ہے۔ مختلف زمانوں میں اپنے انبیاءؑ کے ذریعے انسان کی ضروریات کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کی وضاحت کرتے رہے۔ اس کا آخری ایڈیشن جو تا قیامت انسانوں کے لیے رہ نما ہے وہ اللہ نے اپنے آخری نبی ﷺ کے ذریعے وحی کیا۔ اس کے مقابلے میں وہ ادیانِ باطلہ ہیں جو ہدایت وحی کے مقابلے میں انسانوں نے وحی کی تعلیمات کو رد کر کے خود اپنے ذاتی، علاقائی اور نسلی مفادات کے زیر اثر اپنی محدود عقل سے مرتب کیے۔ اللہ نے اپنے آخری رسول، محمد عربی ﷺ کو شہرِ مکہ میں کوئی ڈیڑھ ہزار برس قبل اس لیے مبعوث کیا تاکہ وہ اُس کے دین کو ادیانِ باطلہ پر غالب کر دے۔ وہ یہ دین اس لیے نہیں لے کر آیا تھا کہ وہ کسی دوسرے نظامِ زندگی سے مغلوب ہو کر جزوی طور پر اس کی دی ہوئی اجازتوں اور رعایتوں سے کہیں چلے اور کہیں اُس کو ناکارہ اور قابل رد قرار دیا جائے بلکہ اللہ کا دین سارے ادیان باطلہ پر غالب ہونے کے لیے آیا ہے انسانوں کے مختلف گروہ جو محدود دائروں میں دینِ اسلام کی اجازت سے اُس کی مقرر کردہ گنجائشوں میں اپنے ذاتی معاملات میں سمٹ کر جزیہ ادا کرتے ہوئے رہنا چاہیں وہ ذمی بن کر رہ سکتے ہیں۔

اظہارِ دین کے لیے دوسری ہجری کے اواخر میں سُوۡرَۃُ الصَّف میں اہلِ ایمان کو تیّار ہو جانے کا اشارہ ملا پھر ہجرت کے چھٹے برس صلح حدیبیہ (ذوالقعدہ ۶ ہجری) کے بعد واپس آتے ہوئے سُوۡرَۃُ الۡفَتۡح میں اِس کو پھر یاد دلایا

گیا۔ اب یہود کو مدینے اور نواحِ شہر سے بے دخل کرنے کے بعد سنہ ۹ ہجری میں حج کے موقع پر مشرکین کو چند ماہ کے اندر حجاز چھوڑنے کا حکم دیا جارہا ہے اور اِس مقصدِ رسالت کو پھر سُوۡرَةُ التَّوۡبَة میں دہرایا جارہا ہے۔

اگلی آیات میں اہلِ کتاب کی فردِ جرم کی مزید وضاحت ہے جس کی بنا پر اِن سے جنگ کرنا اور اِن کو مغلوب بنا کر رکھنے کا مطالبہ کیا گیا ہے باوجود اس کے کہ یہ حاملِ کتاب ہیں اور زبانی کلامی توحید و آخرت کا اعلان کرتے ہیں، اِن کی توحید اور آخرت پر ایمان کے دعوے کی تردید تو پہلے گزر چکی اور ثابت ہو گیا کہ وراثتاً ملنے والا ایمان جب تک حقیقی ایمان نہ بنے وہ ایمان اللہ کے یہاں معتبر نہیں ہوتا۔ عقائد کے فساد کے بعد اب اِن کا ایک بڑا عملی جرم سامنے آرہا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ لَيَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ ترجمہ: اے ایمان لانے والو، اِن اہلِ کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ (دین فروشی، دینی امور اور رسومات پر اجرت، فتوے بازی، منافرت پھیلانے اور دھوکے بازی جیسے) باطل طریقوں سے لوگوں کا مال ہڑپ کرتے ہیں اور ساتھ ہی انہیں اللہ کی راہ سے بھی روکتے ہیں۔

از آدم تا ایں دم اللہ کے بندوں کو اُس کے عطا کردہ دین میں ایک ہی حکم ملا ہے، وہ یہ کہ اللہ کے دین کو سر بلند کرنے نافذ کرنے اور برقرار رکھنے کے لیے جو بھی کام کیا جائے، وہ نماز کی ادائیگی ہو یا روزہ اور خیرات و صدقات و جہاد، سپہ سالاری ہو یا سفارت، امارتِ سلطنت ہو یا امامت نماز تمام امور کی انجام دہی کا بدلہ صرف اور صرف آخرت ہی میں ملنا ہے۔ اِس ہی لیے ایک کے بعد ایک نبی جو اللہ کی جانب سے مبعوث ہوتا رہا، وہ ایک ہی بات کا اعلان کرتا ہے:

- نوح علیہ السلام اپنی قوم سے کہتے ہیں: فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَمَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ‌ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ‌ۙ... ...﴿۷۲﴾ سُوۡرَةُ يُوۡنُس، [ترجمہ: تم نے میری نصیحت سے منہ موڑا (تو میرا کیا نقصان کیا) میں تم سے کسی اجر کا طلب گار نہ تھا، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ (خواہ کوئی مانے یا نہ مانے) میں خود مسلم بن کر رہوں"]
- سُوۡرَةُ هُوۡد میں نوح علیہ السلام کا قول اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ: وَيٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مَالًا‌ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ....﴿۲۹﴾ اے میری قوم (اس دعوت کے عوض) میں تم سے کسی مال و دولت کا سوال تو نہیں کرتا، بلا

شبہ میرا اجر (کسی کے پاس نہیں) مگر اللہ کے ذمے ہے۔

- ہود علیہ السلام اپنی قوم سے کہتے ہیں: يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭاِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۵۱ سُوْرَۃُ ھُوْد. اے میری قوم (اس دعوت کے عوض) میں تم سے کسی معاوضے کا مطالبہ تو نہیں کرتا، بلاشبہ میرا اجر (کسی کے پاس نہیں) مگر اُس (اللہ) کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا، کیا تمھیں (یہ بات) سمجھ نہیں آتی۔

اہلِ مذہب میں نیک اور اللہ والے لوگ تو ہوتے ہی ہیں۔ لیکن مفاد پرست اور ابلیس کے چیلے مذہب کا لبادہ اوڑھ کر اُن کے درمیان کالی بھیڑیں بن جاتے ہیں اور اِن کی نسل اس تیزی سے پھیلتی ہے کہ یہ اِس گروہ کا غالب طبقہ بن جاتے ہیں۔ یہ کالی بھیڑیں مذہب کی ٹھیکے دار بن جاتی ہیں اور دین فروشی اور دینی کاموں پر اجرت طلبی اِن کا شیوا ہوتا ہے۔ عوام بھی نفس کے پھیر میں آسانی کی راہ کی تلاش میں ہوتے ہیں، اور نیکی کی راہ تو مشکل اور ایثار و قربانی و ریاضت کی طلب گار ہوتی ہے۔ اہلِ کتاب امتوں میں ہوں یا دیگر مذاہب میں، اِن کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی آسانیوں کی خاطر اُن سے رشوتیں لے کر فتوے بیچتے ہیں، تعویذ گنڈے کرتے ہیں۔ اُن کے نجات دہندہ بن کر اُن سے پیسے وصول کرتے ہیں۔ اپنے عقیدت مندوں کو آبرو مند بنانے کا جھانسہ دے کر اُن کی آبرو لوٹتے ہیں، جن اُتارنے کے ڈراموں کے نام پر مردوں اور خواتین کے ساتھ بد سلوکی کرتے ہیں۔ جینے، مرنے، پیدائش، شادی بیاہ ہر موقع پر اِن کی مالی منفعت کا ایک کھانچا ہوتا ہے۔ عبادات کرانے سکھانے، وعظ و نصیحت کوئی معاملہ ایسا نہیں جس پر انھیں اجرت اور نذرانے نہ ملتے ہوں۔ اپنے اداروں اور اسکولوں کے لیے وہ خیر خیرات کی رقم جو غریبوں کا حق ہے خود کھا جاتے ہیں۔ آستانوں پر چڑھی چادریں اور نذرانے اِن کا سرمایہ بنتے ہیں۔ دوسرے احبار و رہبان کے کاروبار کو چمکتا دیکھ کر اُن پر بد دینی کے فتوے لگاتے اور فرقہ واریت کے علمبردار بن کر لوگوں میں نفرتوں کے بیج بوتے ہیں اور لوگوں کو آپس میں لڑاتے ہیں اور جب کبھی کوئی دعوتِ حق اصلاح کے لیے اُٹھتی ہے تو سب سے پہلے یہی اپنی لفّاظیوں اور مکاریوں سے اس کا راستہ روکنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اِن کے اِن روّیوں پر اللہ تعالیٰ نے بڑا جامع تبصرہ فرمایا: لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ [باطل طریقوں سے لوگوں کا مال ہڑپ کرتے ہیں اور ساتھ ہی انہیں اللہ کی راہ سے بھی روکتے ہیں۔]

اگلی آیات مبارکہ میں سے آیہ ۳۷ میں ایک اور اہم معاملے کا فیصلہ کیا گیا ہے، وہ یہ کہ ماہ و سال اور تاریخوں کا تعین کرنے کے لیے نسی کا طریقہ ختم کر دیا گیا۔ نسی کیا ہے کیوں کی جاتی تھی، کیوں ختم کی گئی یہ ایک تفصیل طلب

موضوع ہے جو اس کتاب، کاروانِ نبوت کے ۶۳ ویں باب (جلد ۴) "دورِ نبوت کی تقویم" [صفحات ۱۸۶ تا ۲۱۴] میں تفصیل سے زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ ہم یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ کچھ باتیں رکھ رہے ہیں، کیوں کہ تسلسل سے اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں نے طویل سیر حاصل بحث کا مطالعہ کر لیا ہے، جنھوں نے وہ باب نہیں پڑھا، اُن کے لیے اور پڑھ چکنے والوں کے اعادے کے لیے کچھ بنیادی باتیں رکھی جا رہی ہیں۔

انسان نے ابتدائے آفرینش سے سورج کو نکلتے اور غروب ہوتے دیکھا اور دن رات کا اندازہ کر لیا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ کبھی دن بڑا اور کبھی رات، مگر دن اور رات مل کر کم و بیش وقت کی ایک ہی طوالت رکھتے ہیں۔ چاند اپنی شکلیں بدلتا رہتا تھا اس لیے اِس کا بھی اندازہ کر لیا کہ ۲۹ سے ۳۰ دن کے اندر چاند کے نکلنے، چھوٹا بڑا ہونے یعنی ہلال سے ماہِ کامل [چودھویں کا چاند] ہونے اور ماہ کامل سے غائب ہو جانے اور پھر ہلال بن کر نکل آنے میں انیتس راتیں اور کبھی تیس راتیں لگتی ہیں۔ یوں انسان نے جانا کہ ۲۹/۳۰ دن رات کا یہ ایک دورانیہ ہے اسے مہینہ کہا گیا۔ پھر انسان نے دیکھا کہ موسم بھی آتے جاتے ہیں گرمی، سردی اور برسات وغیرہ وغیرہ۔ اُس نے یہ بھی جان لیا کہ بعض پھول، پھل اور فصلیں کسی ایک ہی موسم میں آتی ہیں ایک رَف سا آئیڈیا یہ بن گیا کہ بارہ مہینوں میں وہی موسم اور وہی پھول پھل اور فصلیں دوبارہ آجاتی ہیں، وقت کے اس دورانیے [وقت کی اس لمبائی یا طوالت] کو ایک برس یا ایک سال جانا گیا۔ ہر نئے چاند کے طلوع کو شمار کیا تو معلوم ہوا کہ ایک برس میں بارہ مہینے ہوتے ہیں۔ اس طرح ایک چاند سے دوسرا چاند ۲۹ سے ۳۰ بعد نکل کر ایک مہینہ بناتا ہے اور ۱۲ مہینے کا ایک سال، ابتدائی انسان نے صدیوں میں جا کر یہ سب کچھ سیکھ لیا۔ یہ قمری کیلنڈر بن گیا۔ سالہا سال، برسہا برس کے تجربے سے اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مہینے لگاتار ایک دو ۲۹ کے ہوں یا تیس کے، انجام کار سال پورا ہمیشہ ۳۵۴ دنوں ہی میں ہوتا ہے۔

انسان نے قمری کیلنڈر پہلے دریافت کیا اور صدیوں بعد شمسی کیلنڈر۔ پھر اُس نے مہینوں کے نام رکھ لیے، لیکن ایک مسئلہ کا اُسے احساس ہو گیا کہ موسم ہمیشہ ایک ہی مہینے میں نہیں آتے آہستہ آہستہ آگے کے مہینوں میں کھسکتے رہتے ہیں، ہاں اگر ہر تین برس میں ایک مرتبہ کبھی بھی ایک برس کو بارہ کے بجائے تیرہ مہینوں کا مانا جائے تو موسم اپنی جگہ ٹکے رہتے ہیں۔ یہی "نسی" ہے، اس ہی کی منسوخی کا آیت ۳۷ میں تذکرہ ہے۔ سوال یہ تھا کہ اُس تیرہویں مہینہ کا نام کیا ہوگا۔ طے ہوا کہ وہ نسی کا مہینہ ہوگا، ہر تین برسوں میں ایک برس میں نسی کا مہینہ شمار کرنا ٹھہرا اور کرنے یہ لگے کہ ہر دو برس بعد ایک زائد نسی کے مہینے کو کسی ایک مہینے کا نام دے دیتے یعنی اس برس دو محرم کے مہینے ہوں گے، دو برس بعد صفر کے دو مہینے ہوں گے، ایک اصلی صفر اور دوسرا نسی صفر۔ [بقیہ تفصیل اگلی آیات، ترجمہ و تفسیر کے بعد]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ
الۡاَحۡبَارِ وَ الرُّهۡبَانِ لَيَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ
النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡ
سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيۡنَ يَكۡنِزُوۡنَ
الذَّهَبَ وَ الۡفِضَّةَ وَ لَا يُنۡفِقُوۡنَهَا فِىۡ
سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ
اَلِيۡمٍ ۙ﴿۳۴﴾ يَّوۡمَ يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ
جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَ
جُنُوۡبُهُمۡ وَ ظُهُوۡرُهُمۡ ؕ هٰذَا مَا
كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا
كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ
عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِىۡ كِتٰبِ
اللّٰهِ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ
مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰ لِكَ الدِّيۡنُ
الۡقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظۡلِمُوۡا فِيۡهِنَّ اَنۡفُسَكُمۡ
وَ قَاتِلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ كَآفَّةً كَمَا
يُقَاتِلُوۡنَكُمۡ كَآفَّةً ؕ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ
مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا النَّسِىۡٓءُ زِيَادَةٌ
فِى الۡكُفۡرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا
يُحِلُّوۡنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوۡنَهٗ عَامًا
لِّيُوَاطِـُٔـوۡا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوۡا
مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمۡ سُوۡۤءُ
اَعۡمَالِهِمۡ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ
الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۷﴾ ۵۶

اے ایمان لانے والو، اِن اہلِ کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ (دین فروشی، دینی امور اور رسومات پر اجرت، فتوے بازی، منافرت پھیلانے اور دھوکے بازی جیسے) باطل طریقوں سے لوگوں کا مال ہڑپ کرتے ہیں اور ساتھ ہی انہیں اللہ کی راہ سے بھی روکتے ہیں۔ اور جو سونے اور چاندی کو (اُن ہی کی محبت میں، بے مقصد یا صرف جمع کرنے کی خاطر) جمع کررہے ہیں (خواہ زکوٰۃ ادا کرتے ہوں) اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ایسے سرمایہ پرستوں کو دردناک سزا کی خوشخبری دو۔ ایک دن آئے گا، جس دن اِسے آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اسی سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور کمر کو داغا جائے گا کہ یہ ہے وہ جسے تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سینت سینت کر رکھی ہوئی دولت کا مزا چکھو۔ حقیقت یہ ہے کہ جب سے اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے اللہ کے ریکارڈ میں مہینوں کی تعداد بارہ ہی ہے، اِن میں چار حرمت والے ہیں یہی ٹھیک ضابطہ ہے۔ لہٰذا (ان چار مہینوں میں) اپنے اوپر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے متحد ہو کر لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑیں اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں ہی کے ساتھ ہے۔ نَسی تو منکرینِ حق کی ایک اضافی کافرانہ حرکت ہے جو کافروں کی گمراہی کا ایک ذریعہ بنائی گئی۔ اس نسی کے ذریعے کسی سال ایک حرمت والے مہینے کو اپنے مفادات پورے کرنے کے لیے حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال اُس کو حرام رہنے دیتے ہیں، تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری بھی کر دیں اور اللہ کا حرام کیا ہوا حلال بھی کر لیں۔ ان کی نگاہوں میں ان کی بُری حرکتیں بڑی پسندیدہ بنا دی گئی ہیں اور اللہ کافروں کی رہ نمائی نہیں کرتا۔

اے ایمان لانے والو، اِن اہلِ کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ دین فروشی، دینی امور اور رسومات پر اجرت، فتوے بازی، منافرت پھیلانے اور دھوکے بازی جیسے باطل طریقوں سے لوگوں کا مال ہڑپ کرتے ہیں اور ساتھ ہی انہیں اللہ کی راہ سے بھی روکتے ہیں۔ اور جو سونے اور چاندی کو اُن ہی کی محبت میں، بے مقصد یا صرف جمع کرنے کی خاطر جمع کر رہے ہیں (خواہ زکوٰۃ ادا کرتے ہوں) اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ایسے سرمایہ پرستوں ** کو دردناک سزا کی خوشخبری دو۔ ایک دن آئے گا، جس دن اس سونے چاندی کے خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس دن اسی دہکتے ہوئے سونے چاندی سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور کمر کو داغا جائے گا اور داغنے والے فرشتے کہہ رہے ہوں گے کہ یہ ہے وہ جسے تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سینت سینت کر رکھی ہوئی دولت کا مزا چکھو۔ حقیقت یہ ہے کہ جب سے اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے اللہ کے ریکارڈ میں مہینوں کی تعداد بارہ ہی ہے، اِن میں چار (ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم حج کے لیے اور رجب عُمرے کے لیے) حرمت والے ہیں یہی ٹھیک ضابطہ ہے۔ لہٰذا ان چار مہینوں میں اِن کی حرمت پامال کر کے اپنے اوپر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے متحد ہو کر لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے اگر حرمت والے مہینوں میں لڑیں اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں ہی کے ساتھ ہے۔ نَسی تو منکرینِ حق کے تمدن (مشرکانہ جاہلیت) میں حق کے مقابلے میں ایک اضافی کافرانہ حرکت ہے جو کافروں کی گمراہی کا ایک ذریعہ بنائی گئی۔ اس نسی کے ذریعے کسی سال ایک حرمت والے مہینے کو اپنے مفادات پورے کرنے کے لیے اُس کی حرمت توڑ کر حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال اُس کو حرام رہنے دیتے ہیں، تا کہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری بھی کر دیں اور اللہ کا حرام کیا ہوا حلال بھی کر لیں۔ ان کی نگاہوں میں ان کی بُری حرکتیں بڑی پسندیدہ اور دانش ورانہ بنا دی گئی ہیں اور اللہ کافروں کی رہ نمائی نہیں کرتا۔ ۵۶

بقایا نسی کے مہینے: جنگوں کی مار اماری سے تنگ آ کر ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ کعبہ کی زیارت اور اُس دوران تجارت کے لیے چار مہینے سیز فائر کے منتخب کر لیے کہ اِن مہینوں میں کوئی جنگ نہیں ہو گی [جنگ کے لیے حرام مہینے]، یہ اُس دور کی عالمی معیشت کے لیے ایک بڑی نعمت بن گئے۔ لیکن مشرکین قریش بڑے چالاک تھے کبھی کبھار جنگ کرنے کے لیے حرام مہینے کو حلال قرار دیتے اور دشمن پر چڑھائی کر دیتے اور اُس کے بدلے کسی دوسرے مہینے کو حرام یعنی سیز فائر کا مہینہ بنا دیتے، اس کام کو بھی نسی کے طریق میں شامل کر لیا، اسی طرح ہمیشہ حج کو موسم بہار میں لانے کے لیے نسی کے تیرہویں مہینے کا انتخاب اس انداز سے کرتے کہ اِن کا کام بن جائے یعنی اس طرح کے

ذوالحجہ ہمیشہ موسم بہار میں ہو۔ یہ مختصر سا تعارف ہے جو تفصیل سے دیکھنا چاہیں اُنھیں ۶۳ ویں باب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

سرمایہ پرستی سرمایہ پرست اور سرمایہ دار دو مختلف کردار ہیں۔ ایک آدمی غریب ہو لیکن سرمائے سے بہت محبت کرتا ہو اور جائز و ناجائز طریقے سے سرمائے کو حاصل کرنے کی جستجو میں رہتا ہو اور جو کچھ بھی میسر ہے اُس میں سے بیوی بچوں، والدین اور دیگر عزیز و اقارب کے حقوق ادا کرنے میں ڈنڈی مار جاتا ہو، ایسا شخص ایک بدکار بے مایہ، سرمایہ پرست ہے، بہت زیادہ، دولت آجانے کے بعد بھی اس کی بدکاری جاری رہے گی، اس کی شخصیت سرمایہ پرست، سرمایہ دار میں تبدیل ہو جائے گی۔

اس کے مقابلے میں ایک آدمی بہت مالدار ہے، لیکن سرمائے کے عشق میں مبتلا نہیں، رشتہ داروں، ناداروں اور غریبوں مسکینوں پر دل کھول کر خرچ کرتا ہے اور مال کمانے میں ناجائز طریقے استعمال نہیں کرتا، اور نادار ملازم کارکنوں کا استحصال نہیں کرتا، یہ ایک سرمایہ دار ضرور ہے مگر صالح انسان ہے سرمایہ پرست نہیں ہے، یہ غریب و نادار ہو جائے تو بھی یہ ایک بڑے دل والا صالح انسان ہوگا، جس کو خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلانا آتا ہوگا۔ یہ حرص و ہوس (سرمایہ پرستی کے مرض) سے پاک ہے، جب کہ پہلا کردار غریب ہونے کے باوجود سرمائے کے مرض (سرمایہ پرستی) میں مبتلا ہے۔ ناداری اور سرمایہ داری مال و دولت کی مقدار کا اظہار کرنے والی اصطلاحیں ہیں جب کہ سرمایہ پرستی حرص و ہوس اور ہر آن جائز و ناجائز طریقوں سے دولت کی طلب کی بیماری ہے جن کا مالداری یا غریبی سے کوئی تعلق نہیں، کسی کو بھی لگ سکتی ہے۔

البتہ یہ ضرور دیکھا گیا ہے کہ انسان بیشتر اوقات سرمایہ پرست ہوتا ہے خصوصاً ایک سرمایہ دار، جوں جوں سرمایہ داری (مقدارِ سرمایہ) میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی انسان کنجوس اور سرمایہ پرست ہوتا جاتا ہے، مگر جس پر اللہ کی رحمت ہو وہ نیک سے نیک تر ہوتا اور معاشرے کا حسن بن جاتا ہے۔

سُوْرَۃُ التوبہ کی ۳۴ ویں آیہ میں اہل کتاب کے احبار و رہبان کے تذکرے کے بعد دولت کو جمع کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید ہے اور اُس سے اگلی آیہ میں کہا گیا ہے کہ دولت کو لازماً اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں کے لیے آخرت میں دولت کو [سونے چاندی کی اینٹوں کو] آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے سرمایہ جمع کرنے والوں کی پیشانیوں، پہلو اور کمر کو داغا جائے گا:...... وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ

صحابی رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا اس آیہ مبارکہ سے استدلال یہ تھا کہ دولت سرے سے جمع ہی نہیں کی جاسکتی۔ جب کہ دیگر کا خیال تھا کہ آیہ کا یہ حصہ اہلِ کتاب کے لیے ہے جن کا ذکر آیہ کے پہلے حصے میں ہے اور باقاعدگی سے زکوۃ ادا کرنے کے بعد جمع کی جاسکتی ہے، اسی پر تمام فقہا کا اجماع ہے۔ سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا اس معاملے میں تفرد ہے۔ مُصنف یہ سمجھ پایا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد اسلامی حکومت کسی سے دولت کے جمع کرنے پر کوئی بازپرس نہیں کرسکتی۔ ایک فرد اپنے کاموں، ضرورت کے مطابق مکان کی تعمیر، بچوں کی تعلیم یا کسی کاروباری پروجیکٹ کے لیے جس سے مسلم عوام کو فائدہ ہو جمع کرسکتا ہے۔ تاہم اس آیہ مبارکہ میں بیان شدہ عذاب سے بچنے کے لیے دولت محض جمع کرنے کے لیے یا عیش کے لیے اور بچوں کی وراثت کے لیے جمع نہیں کرسکتا ہے۔ اور زائد از ضرورت دولت کو یا اپنے پھیلے ہوئے کاروبار کو ہرگز اس طرح استعمال نہیں کرسکتا کہ جس سے مسلم معاشرے کی دولت کا ضیاع یا نقصان نظر آئے، زائد از ضرورت دولت زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی اللہ کی امانت ہے اسے یا تو اولاد اور رشتہ داروں اور ناداروں میں بانٹ دینا چاہیے یا اِسے کسی طور سوسائٹی میں استعمال ہونا لازمی ہے کہ ناداروں کو اور مسلم عوام کو فائدہ ہو۔ واللہُ اعلم

☆☆☆☆☆